© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

وہ ایک شخص تھا، جس کے ساتھ ۳۸ سال گذر گئے!

کتنا سخت لمحہ ہے کہ اس شخص کے جسد کی امانت کو مٹی کے حوالے کرنے کے بعد میں اسی کی جدائی کا ذکر چھیڑ رہا ہوں۔ اور ترجمان القرآن کے لیے میں اپنی پہلی تحریر اس نئی صورت حالات میں لکھ رہا ہوں کہ ترجمان القرآن کی ادارت کرنے اور اس کے ذریعے دُور دراز تک ایمان و حکمت کا نور پھیلانے والی ہستی نگاہوں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ اس کی کرسی خالی ہے، وہ اپنے تاریخی کمرے میں بھی موجود نہیں، اور اہلِ خانہ کی مجلس میں بھی شریک نہیں ہے۔ اس کی کتابیں جیسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے ڈھونڈ رہی ہیں، اس کی میز پر رکھے ہوئے کاغذ اس کا انتظار کر رہے ہیں اور اس کا قلم سوچتا ہے کہ وہ کب آکر اُسے اپنے ہاتھ میں لے گا۔ اس کی رہنمائی و شفقت کے سایے میں کام کرتے ہوئے بڑی قوت محسوس ہوتی تھی۔ قلم بے باکی سے چلتا تھا اور اربابِ فساد و عناد کے بڑے بڑے محاذ بے وقعت معلوم ہوتے تھے۔ آج قلب و نظر کی وہ کیفیتیں جوں کی توں کیسے برقرار رہ سکتی ہیں۔ لیکن اصل سرچشمۂ قوت چونکہ خداوندِ کون و مکان ہے، اس وجہ سے مجھے یقین ہے کہ موجودہ مرحلۂ سخت کے گزرتے ہی وہ پہلے سے بھی زیادہ قوت و اعتماد عطا کرے گا۔ وہ خود جانتا ہے کہ مولینا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس کے ساتھ مل کر اقامتِ دین کی جدوجہد کرنے والے رفیقوں کو نئے مراحل میں پہلے سے زیادہ عزم و ہمت کی ضرورت ہوگی۔

میری پہلی ملاقات مولینائے مغفور سے ۱۹۳۷ء میں بمقام دار الاسلام پٹھانکوٹ ہوئی تھی، اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آخری ملاقات بفیلو میں جون ۱۹۷۹ء کو۔

میں اُن چند خوش قسمت لوگوں میں سے ایک ہوں جس نے پاکستان سے ۱۴ ہزار میل دُور، اس سرزمین پر مولینا سے مغفور سے دل خوش کن ملاقات کی، جہاں مولانا کے لیے آخری سانس لینا مقدر تھا۔ وہاں اُن کی عام صحت کو بہتر، چہرے کو شاداب اور گفتگو کو تر و تازہ پایا۔ اس علاج کی افادیت بھی معلوم ہوئی جس کا آغاز چند ہی روز پہلے ہوا تھا۔ واپس پہنچا تو جلد سے جلد قارئینِ ترجمان القرآن اور رفقاء و احباب تک مولینا کی صحت کی اچھی خبر پہنچائی۔ بعد کی اطلاعات سے پتہ چلا کہ حالت مزید بہتر ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ ستمبر میں اُن کی واپسی کا پروگرام بننے لگا۔ مجھے کچھ اس وجہ سے بھی اُمیدِ صحت زیادہ ہی تھی کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ شاید سیرتِ سرورِ عالم کی تیسری جلد کی تکمیل سے پہلے اپنے خستہ بدن بندے کو راحت کدۂ ابدیت کی طرف چلنے نہیں دے گا۔

پھر جس دن مولینا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے آپریشن کی خبر آئی تو تشویش تو ہوئی، مگر دل کی اُمیدیں جوں کی توں برقرار رہیں۔ اس اطلاع کے ملنے کے بعد مولانا ئے مغفور کے گھر میں ختمِ قرآن اور ذکر و دُعا کا ایسا سلسلہ چلا کہ ۲۲ ستمبر کی خبرِ جاں گداز کے آنے تک برقرار رہا۔ سیکڑوں خواتین ہر روز جمع ہوتیں صبح سے رات گئے تک آتی جاتی رہتیں، اور ہر گھڑی ذکر و دُعا کا دَور چلتا رہتا۔[1] متفرق طور پر مختلف محلوں کے کئی گھروں میں بھی یہی صورت تھی۔ ظاہر ہے کہ دوسرے شہروں اور قصبوں کے علاوہ دُور دراز کے دیہات سے بھی دُعاؤں کے ہجوم عرشِ الٰہی تک اُٹھتے۔ مولانا کے اپنے گھر کے علاوہ اچھرہ اور لاہور کے دوسرے حصّوں میں مہمانانِ مودودی نے بکرے ذبح کرا کے صدقے میں دیے۔ گویا ذکر و دعا اور صدقہ

---

[1] اس زمانے میں میں بھی دن دن بھر مولینا کے صاحبزادوں کے ساتھ عالمِ اضطراب میں بیٹھا رہتا تھا۔ خاص طور پر مجھے شدت سے یہ احساس تھا کہ ان بچوں کی والدہ محترمہ بھی یہاں نہیں ہیں اور کوئی بزرگ رشتہ دار بھی گھر میں موجود نہیں ہیں۔ پریشانی کی پہلی خبر سنتے ہی قلم ہاتھ سے رکھا اور پھر میں نہ ترجمان القرآن کی تیاری کا پیاں دیکھ سکا اور نہ اشارات وغیرہ لکھ سکا۔ ورنہ پچھلے دو پرچوں کے تاخیر سے چھپنے کا مجھے سخت احساس تھا اور چاہتا تھا کہ اکتوبر کا شمارہ جلد سے جلد آجائے۔ ضمناً اس تاخیر کے لیے اپنے سارے قارئین سے معذرت خواہ ہوں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اتفاق کی ایک خاموش تحریک تھی جو کسی کی ہدایت کے بغیر چل رہی تھی۔ ان مخلصانہ و دردمندانہ کوششوں سے خدا کی اٹل تقدیر کو بدلا نہیں جا سکتا تھا اور خدائی اجل مسمّی کو نہ ایک پل آگے کیا جا سکتا نہ پیچھے ہٹانا کسی کے بس میں تھا۔ ہونے والا سانحہ اپنے وقت مقررہ پر ہو گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مگر ذکر و دُعا کی یہ مساعی ضائع تو جا نہیں سکتیں، اُن پر تو وعدہ الٰہی کے مطابق برگ و بار آنے ہیں۔ ظاہر کے لحاظ سے دیکھیں تو اوّل تو جس کسی نے ذکر و دعا کے اس قافلے کا ساتھ دیا اس نے اپنی عاقبت کے لیے کمائی کر لی۔ پھر قرآن پڑھ پڑھ کر اور صدقے دے دے کر دعائیں کرنے والوں کی مولینا مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے محض خدا کے لیے پُرخلوص محبت ایک گواہی کی حیثیت سے مولینا کے حق میں ریکارڈ ہو گئی۔ تیسری برکت یہ ہوئی کہ یہ سلسلہ بھی غلبۂ اسلام کے جذبے کو بڑھانے کا ایک ذریعہ بن گیا۔

اسی طرح اولاً جنازہ سے، بعدہٗ تعزیتی اجلاسوں اور قرآن خوانی کی مجالس کا جو سلسلہ جا بجا شروع ہے، وہ بھی جذبۂ اسلامی کی آبیاری کر رہا ہے۔

---

۲۸ سالہ دور میں ہم نے نہ صرف دین کا اصل مدعا مولینا سے سمجھا، بلکہ اُن سے لفظاً لفظاً قرآن و حدیث کے درس سُنے۔ بلا جھجک اُن سے ہر طرح کے سوالات کیے، اُن سے بحثیں کیں، دماغ میں اپنے دور کے جتنے اثرات بھرے ہوئے تھے اُن کے سامنے اُگل دیے، انہوں نے جس محبت، جس کشادہ دلی اور جس حوصلہ افزائی کے ساتھ ہمارا قلبی و ذہنی تزکیہ کیا، وہ اُن کی طرف سے ہم پر اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کا جواب کوئی صلہ دینا سوائے دعاؤں کے ہمارے بس میں نہیں ہے۔ پھر ملکی اور بین الاقوامی سیاسیات، معاشیات، نظریہ ارتقاء، مارکس ازم، جمہوریت، فسطائیت، ہندو امپریلزم وغیرہ وسیع مباحث میں انہوں نے جس طرح ذہنوں کی آبیاری کی اور دُنیا کے ہر فتنے کے بالمقابل جس خوبصورتی سے رموزِ دین کو ہم پر آشکار کیا، اس کا بیان کیسے ممکن ہے۔ کہنا یہ چاہیے کہ جیسے ۲۸ برس کا پورا زمانہ ہم نے ایک کالج یا یونیورسٹی میں گذارا جس میں ایک ہی شخص تمام مضامین کا لیکچرار اور پروفیسر تھا جس کا اصل مرکزی موضوع نظامِ اسلامی کا احیاء تھا۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اگر میں اس سعادت سے محروم رہتا تو ایک دیہاتی نوجوان کی حیثیت میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیادہ سے زیادہ کلرکی یا مدرسی یا ایڈیٹری کا کوئی چھوٹا موٹا کام کرنے سے آگے نہ بڑھ سکتا۔ دوسری طرف اخلاقی حیثیت سے ماحول کا تیز و تند دھارا نہ جانے مجھے کن گردابوں میں جا پھینکتا۔ میں اب جو کچھ ہوں —— اگرچہ اب بھی خدا کا ایک کوتاہ کار بندہ ہوں —— میرے اندر جو بھی خوبی ہے اس کا بڑا حصہ اس مردِ حق کی وجہ سے ہے جس کے قرب کی سعادت میرے لیے مقدر ہو گئی۔

اس ۳۸ سال کی مدت میں میں نے بھی اور بے شمار دوسرے رفقائے مقصد نے بھی اس شخص کی ذاتی زندگیوں کے ہر پہلو کو بھی دیکھا اور اس کی دعوتی اور سیاسی اور علمی سرگرمیوں کو بھی خوب اچھی طرح چھانا پرکھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا اور رسول کے لیے گہری محبت کا جو رجحان، خدا کے دین کے لیے جو بے پایاں جذبہ، برصغیر کے مسلمانوں کے لیے جو گہرا تفکر، پاکستان کے لیے جس طرح کا ولولۂ بے تاب اور پورے عالمِ اسلام کے مسائل کے لیے اس کے اندر جو ملما نہ اضطراب کارفرما دیکھا ہے، اس کی کوئی دوسری مثال نہ ملے گی۔ پھر ایک شخص نہ کبر و ریا سے کام لیتا ہے، نہ انکسار بے جا کا مظاہرہ کرتا ہے، نہ دین میں مداہنت کی اور نہ سیاست میں خیانت کی روش اختیار کرتا ہے، دعوت ماننے والوں کو اپنے بھائیوں اور بیٹوں کی طرح محبت و شفقت سے نوازا، اور گالیاں دینے والوں کو نظر انداز کیا۔ رفقاء میں سے کسی نے اس کی رائے سے اتفاق کیا تو وہ خوش اور اختلاف کیا، بلکہ تنقید کی تو وہ احسان مند۔ نہ مخالفوں کا تذکرہ کبھی بھپر کر کیا، نہ احوالِ ناسازگار کا سامنا کرتے ہوئے گھبراہٹ دکھائی، نہ کبھی وہ غصے سے بے قابو ہو کر کسی پر برسا، نہ طوفانِ عناد و فساد میں گھر کر اس نے کبھی مایوسانہ نقطۂ نظر سے کام لیا۔ زبان ہمیشہ معیاری اور پاکیزہ رہی، لہجہ ہمیشہ نرم و لطیف رہا اس کے سامنے الہ بخش تڑپ گیا، ڈاکٹر نذیر کی شہادت کی خبر اس کے کانوں تک پہنچی۔ تحریک ۱۹۷۷ء میں محبانِ دین گولیوں کا نشانہ بنے اور پولیس کی لاٹھیوں نے علماء کی بوٹیاں اڑا دیں، اور اس کے چہیتے نوجوان قلعے اور سی آئی اے کے دفتروں اور تھانوں میں غیر انسانی تشدد کا تختۂ مشق بنے تو ایسے عالم میں بھی اس کا مشہور سلوگن نہ بدلا —— "صبر اور حکمت"!

معاملہ محض ایک فرد کے ذاتی غم کا نہیں ہے۔ مولانا کے غمِ جدائی کی وسیع جاگیر کے حصہ دار بے شمار ہیں۔ مگر سب سے پہلے مجھے جس حلقۂ غم زدگان کا احساس ہوتا ہے۔ وہ مرحوم و مغفور کے گھر کے لوگ ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہماری وہ بڑی بہن جو مولینا کی رفیقۂ مقصد بھی رہی ہیں، آج بیوہ ہو گئی ہیں۔ انہوں نے اگرچہ ضبطِ گریہ کی ایک اعلیٰ امثال قائم کی ہے۔ مگر یقیناً مولینائے مغفور کی وفات نے اُن کی شخصیت کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ وہ پچھلے چند برس سے خدمتِ دین اور درسِ قرآن کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو مولینا کی تیمارداری، پابندیٔ وقت کے ساتھ اُن کے لیے غذا اور دوا کے اہتمام اور اُن کی خبرگیری اور خدمت میں لگی رہتی تھیں، اور امریکہ میں مولینا کے مرض الموت کے دوران جو حالیہ سخت دورِ آزمائش اُنہوں نے گذارا ہے۔ اس کے بعد مولینا کی جدائی نے اُن سے گھریلو سرگرمیوں کا مرکز چھین لیا ہے۔ خدا اُن کی سعادت مند اولاد کو سلامت رکھے، مگر ایک عظیم شخصیت کی رفاقت و خدمت کا خلاء کوئی بھی پُر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح مولینا کے نہایت ہی لاڈلے اور حساس بیٹے اور بیٹیاں ہیں، اور مجھے اندازہ ہے کہ ظاہری صبر کے باوجود اُن کے دل اندر سے کس طرح کٹ رہے ہیں۔ ہم سب اُن کے دُکھ درد میں شریک ہیں۔ ہم اس پورے گھر کا احترام کرتے ہیں۔ ہم مولینا کے اہلِ خانہ سے ہر ممکن تعاون کرتے رہیں گے اور اُن کو یہ محسوس نہ ہونے دیں گے کہ بس ہمارا تعلق صرف مولینا مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا، اور اب مولینا مودودی کے گھر والوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ مولینا مغفور کے ملازموں اور خادموں کا بھی ہمیں لحاظ ہے۔

سو میں اپنی طرف سے بھی اور سب کی طرف سے بھی اس سوگوار خاندان کے ایک ایک فرد سے سچی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں، اور اُن سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہم سے پوری بے تکلفی کے ساتھ خدمت و تعاون طلب کرتے رہیں۔ انشاء اللہ ہم تمام صحیح اور جائز اُمور میں اُن کا ساتھ دیں گے۔ انہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑیں گے۔

اس موقع پر میں یہ بھی کہوں گا کہ بیگم صاحبہ اور مولینا کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں زیادہ تر دین سے وابستہ اور تحریکِ اسلامی سے متاثر ہیں۔ مگر اب مولینا کی وفات کا غم لگنے پر اُن کے تپتے ہوئے دلوں کو میں مائل کرنا چاہتا ہوں کہ وہ سب کے سب اب پوری سرگرمی سے اقامتِ دین کی جدوجہد میں شریک ہوں اور مولینا نے جس کام میں ساری عمر اپنی ہر قوت کو خرچ کیا، اُن کے اخلاف بھی پوری یکسوئی سے اسی کو سرمایۂ دُنیا و آخرت بنالیں۔ اِس طرح وہ ایک وسیع برادری میں عزت کا بلند مقام پالیں گے۔ یہ بلند مقام ان کا ہر لمحے منتظر ہے۔ دولت اور کاروبار اور عہدے اور شہرت اور سامانِ آسائش و آرائش وہ چیزیں نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں جن کے لیے مولینا مودودی کا خاندان سرگرداں ہو۔ آپ دُنیا سے بے نیاز ہو کر خدا کے دین کے پیچھے چلنے کا فیصلہ کر لیں۔ دُنیا اپنے سارے مادّی اسباب و وسائل لے کر آپ کے پیچھے پیچھے چلے گی ـــــ اس طرح چلے گی جیسے خدم و حشم چلتے ہیں۔ آپ سب اُن بڑوں کو اپنے بزرگ اور ان چھوٹوں کو اپنے بھائی اور عزیز سمجھیں جن سے مولینا مودودی نے محبت کی اور جن کے درمیان اپنی عمر گذاری اور جن کو اعتماد و احترام کا مستحق سمجھا۔ مولینا مودودی مغفور صاحب کا عمر بھر کا رویہ (جو آخر دم تک رہا) آپ کے لیے بجائے خود ایک وصیت ہے، اُن کا سارا لٹریچر ایک وصیت ہے۔ اُن کا سلسلۂ روابط ایک وصیت ہے۔ ان کی دعوتِ دین اور خدمتِ دین ایک وصیت ہے۔ اس وصیت کا جزء بہ جزء پورا کرنا آپ کی اوّلین ذمہ داری ہے۔ اس کے بغیر تو قیامت کے دن اپنے معزز نگہ اصول و مقصد رکھنے والے باپ کے سامنے حق فرزندیٔ قرابت پورا کر کے دکھانا مشکل ہو جائے گا۔ آپ کے سامنے طغرٰی یہ ہونا چاہیے کہ آنچہ پدر نتواند، پسر تمام کند۔ مرحوم و مغفور نے اپنا کام جس مقام پر پہنچا دیا ہے، اُسے اس سے آگے لے کے چلنے والوں میں آپ پیش پیش ہوں۔ ہمارے لیے کیا ہی مقامِ مسرت ہو گا کہ آپ نیچے کی مختلف ذمہ داریوں سے گذر کر .... زیادہ اہم مناصب تک پہنچیں۔ آپ اگر اپنا فرض صحیح طور پر ادا کرنے لگیں تو مولینا مودودی کی قائم کردہ جماعت کی لیڈرشپ کی صف آپ کے بغیر مکمل نہ ہو سکے گی۔ آپ مصر کے استاذ حسن البنا شہید کے معزز صاحبزادے سیف الاسلام کی مثال بنیں، اور جب کبھی آپ عالمِ اسلام یا دنیائے شرق و غرب میں کہیں بھی جائیں تو خواص و عوام یہ حس کر ٹوٹ پڑیں کہ اسلام کے عظیم مفکر مولینا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تشریف لاتے ہیں۔ آپ ادنیٰ مقاصد کی سطح سے بلند ہو کر اپنے تاریخ ساز والد کے خالی کردہ رتبے تک پہنچنے کے مستحق بنیں۔ وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز۔

بات کچھ اور آگے تک جاتی ہے۔

مولینا مغفور محض کمانے کھانے اور انفرادی زندگی گذارنے والے ایک شخص نہ تھے بلکہ انہوں نے ایک عظیم و مقدس مشن کے لیے وسیع رابطوں کی زندگی گذاری ہے۔ اُن کی حقیقی میراث چند روپے یا چند مربع گز زمین نہیں، اُن کی لامحدود میراث وہ عقیدہ و نصب العین ہے جس کے لیے انہوں نے قوت کی ایک ایک رمق خرچ کر دی۔ اُن کا سوچنا، اُن کا اُٹھنا بیٹھنا، اُن کا (باقی بر صفحہ ۳۵)

© rasailojaraid.com